دورِ جدید کا آغاز اور جدید شاعری میں حالؔی کا مقام

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کا انقلاب ہند کے شعبہ ہائے زندگی میں مختلف نئے ابواب کا اضافہ کرتا ہے۔تحریک آزادی کے اس انقلاب نے ملک کے سیاسی، تمدنی، سماجی، تہذیبی، تاریخی اور اقتصادی حالات پر گہرا اثر ڈالا۔ انگریز اپنے ساتھ ایک مخصوص نظام فکر اور معاشرتی اقتدار لے کر آئے تھے۔جس نے ہندوستانی معاشرت کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔اور جس کے نتیجہ میں قدیم نظامِ حیات غیر موثر ہو گیا تھا اور زندگی نئی راہوں پر گامزن ہونے لگی تھی۔قدیم ہندوستانی معاشرت، تہذیبی سرمایہ اور دولتِ علم وادب، مغربی تہذیب وتمدن اور مغربی علوم وفنون کے مقابلے میں سمٹتی جا رہی تھی جس سے زندگی کے ہر شعبے میں بیداری کا احساس ہونے لگا تھا۔مغرب ومشرق کے اس تقابل یا تصادم نے علوم وفنون، تہذیب وتمدن کو نئی سمتیں بخشیں اور شعروادب کی تعمیر وترقی کے لیے نیا سنگ بنیاد رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ایسے میں زبان وادب کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ ادب زندگی کے نئے تقاضوں کا ساتھ دے، اس کی ہم نوائی اور رہنمائی کرے۔

اس صورت حال کے پیش نظر بہت سی اصلاحی انجمنیں وجود میں آئیں۔ ہندوستانی مدرسوں میں انگریزی تعلیم وعلوم کے بہت سے شعبے قائم کر دیئے گئے اور شعروادب میں بے وقت کی راگنی الاپنے کے تصور کو ختم کر دینے کی تدابیر اختیار کی جانے لگی۔زندگی کے جمود کو توڑ کر اسے رواں دواں کرنے کے لیے نئی ادبی فکر ونظر کی ضرورت کو پوری ذمہ داری سے قبول کیا گیا۔شعروادب میں واقعیت نگاری، حقیقت بیانی، صداقت،

زبان وبیان میں سادگی ہی اس کی ترقی کے لیے ضروری قرار دی گئی۔

ان تمام باتوں کا اثر یہ ہوا کہ اس عہد کے بہت سے شعراء، ادباء قدیم رنگ شعر وادب سے خود کو دور کرنے لگے۔یہیں سے جدید شاعری کا آغاز بھی ہوتا ہے۔جس کے بانی مولانا الطاف حسین حالی اور محمد حسین آزاد تھے۔ان دونوں نے باہمی اشتراک اور کاوش کے ذریعہ ایسے نازک وقت میں اردو ادب کی رہنمائی کی اور اسے کشمکش اور مردنی سے نجات دلائی۔انھوں نے جدید رجحانات شعروادب کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی۔زمانے کے نبض پر ہاتھ رکھا اور اردو شعروادب کے لیے ایک ایسی راہ کا تعین کیا جس کا تقاضہ شدت اختیار کر چکا تھا۔اگرچہ جدید شاعری کی تعمیر وتشکیل کرنے کا اعزاز مولانا حالی کو حاصل ہوا اور یہی ان کا زبردست اور عظیم کارنامہ ہے جس نے جدید شعروادب میں ان کی عظمت اور اہمیت کو نمایاں کر دیا۔

اس زمانے میں ہمارے بیشتر شعراء وادباء زندگی کی سچائیوں سے بے خبر خیالی دنیا میں مگن، شعروادب کو حسن وعشق کے فرسودہ موضوعات تک محدود کیے ہوئے تھے۔وہ نرم ونازک الفاظ، روایتی موضوعات کے دائروں سے باہر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔یہ وہ لوگ تھے جو انگریزوں کی ہر فکر اور شئے کو اپنی روایات اور معاشرت کا دشمن سمجھتے تھے۔اس حلقہ کے قائد اردو ادیبوں میں منشی سجاد حسین تھے جن کا اخبار ''اودھ پنچ'' عوام وخواص میں سب سے مقبول اخبار تھا۔چوں کہ حالی جدید شعروادب کے علم برداروں میں پیش پیش تھے اس لیے سب سے زیادہ مخالفت ان کی ہوتی اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ:

اکبر ہمارے حملوں سے حالی کا حال ہے
میدانِ پانی پت کی طرح پائمال ہے

اس مخالفت میں شدت یہاں تک پہنچی کہ ہر طرح سے جدید شاعری کی مذمت اور حالی کی توہین کی جانے لگی۔مگر حالی نے جو راستہ اختیار کیا تھا اس پر ثابت قدم رہے۔انھوں

نے ایسے موضوعات کو اپنی شاعری میں سمویا جو آگے چل کر شعروادب کے لیے نئی راہیں ہموار کرنے کا سبب بنے۔ حالی نے شعوری طور پر اپنے عہد کی سیاسی، تاریخی، سماجی قوتوں کو پرکھا اور خود کو بڑی حد تک ان سے وابستہ کرلیا۔ کیونکہ انھیں اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ زندگی سے زیادہ گہرے ربط رکھنے والے موضوعات ہی شعروادب کا وقار بن سکتے ہیں۔ انھوں نے پہلی مرتبہ ادب برائے ادب اور فن برائے فن کے فرسودہ نظریے پر سنجیدگی سے غور کرکے کاری ضرب لگائی اور شاعری سے جسم کو بیدار کرنے کے بجائے دل و دماغ کو بیدار کرنے کا کام لیا۔ ادب کے ذریعہ زندگی کو ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کا فرض سب سے پہلے حالی نے بھرپور توجہ کے ساتھ پورا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حالی نہ صرف نقاد، شاعر اور ادیب کی حیثیت سے بلکہ ذہنی معمار اور ادبی باغی کی شکل میں بھی شعروادب کی تاریخ میں یاد کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے شاعری میں سب سے پہلے خیال کی گہرائی، موضوع کی عظمت اور نفس مضمون کی اہمیت پر زور دیا اور جس سنگ بنیاد کو رکھا آج اس پر شاعری کی بلند عمارت کھڑی نظر آتی ہے۔

حالی نے جدید شاعری کی طرف کیوں توجہ دی اور ان کے ذہن میں تبدیلی لانے والے محرکات کیا تھے۔ ان صورتوں پر غور کرنے کے بعد درج ذیل حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں:

(۱) سب سے پہلے تو یہ کہ انگریزی حکومت اور اس کے طرز فکر و معاشرت نے ہندوستان کے ایک بڑے روشن خیال طبقہ کو اپنا ہم نوا اور ہم خیال بنالیا تھا۔ حالی ان میں سے ایک تھے۔

(۲) پنجاب بک ڈپو کی ملازمت کے دوران حالی کے ذمہ انگریزی کی ترجمہ شدہ کتابوں کی تصحیح کا کام بھی تھا۔ اس طرح انھیں انگریزی زبان وادب اور اس کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور جس سے وہ بے حد متاثر ہوئے۔

(۳) اس زمانے میں پنجاب کے محکمۂ تعلیمات کے ڈائریکٹر کرنل ہالرائڈ تھے۔ جو اردو ادب سے خاصی دلچسپی رکھتے تھے اور متاثر بھی تھے۔ حالی اور آزاد بھی اس زمانے میں لاہور میں مقیم تھے۔ ہالرائڈ کی معاونت سے انھوں نے انجمن پنجاب قائم کرنے کا کام کیا۔ جس کے زیر اہتمام ہر ماہ ایک مشاعرہ ہوتا تھا جس میں مصرع طرح کی جگہ نظموں کے لیے موضوعات دیئے جاتے تھے۔ ان مشاعروں کے لیے حالی نے بہت سی مشہور نظمیں کہیں۔ ان کی نیچریہ یا منظریہ شاعری کا آغاز بھی وہیں سے ہوا۔ اس انجمن نے اردو شعروادب کو حسن وعشق کی فرسودہ روایات سے نجات دلانے کی کوشش کی۔

(۴) حالی کی ایک خوش قسمتی یہ بھی تھی کہ انھیں غالب جیسا استاد ملا۔ غالب جدید ذہن کے پیش رو کہے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں موجود فلسفیانہ گہرائی کو ہم جدید احساسات وعلوم کی دین کہہ سکتے ہیں۔ حالی نے بھی ان کی صحبتوں میں رہ کر اپنے ذہن کی پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارا۔

(۵) انیسویں صدی کی سب سے اہم شخصیت سرسید احمد خاں کی تھی۔ سرسید پہلے عہد آفریں مسلمان تھے جنھوں نے مسلمانوں کی بدحالی کا علاج انگریزی تعلیم اور انگریزی علوم کو سمجھا۔ خود ایک کالج قائم کیا۔ جس میں روایتی مضامین کی جگہ انگریزی علوم کے طرز پر تعلیم دی جاتی تھی۔ حالی کو سرسید کی شخصیت میں اپنا سب سے مخلص اور مشفق ساتھی مل گیا اور انھوں نے سرسید کے ساتھ مل کر معاشرتی اصلاح اور جدید ادبی نظریات کی توسیع کا کام شروع کردیا۔ انھیں سرسید کی صحبتوں سے بہت کچھ حاصل ہوا۔ بلکہ وہ سرسید کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ اسی لیے انھوں نے سرسید کی شخصیت اور ذہن کا احاطہ کرتے ہوئے "حیات جاوید" کی تصنیف کی جس میں سرسید سے اتنی گہری عقیدت کا اظہار کیا کہ شبلی نے ان پر مدلل مداحی کا الزام لگادیا۔

حالی نے غزلوں اور نظموں کے ذریعہ اپنے مقاصد کو پانے کی کوشش کی۔ مگر ان

کا اصل جوہر ان کی نظموں میں ہی کھلتا ہے۔ جن میں ایسے موضوعات ملتے ہیں جن کا مطالبہ اس عہد میں شدت اختیار کر چکا تھا۔ مثلاً مناظر فطرت کا بیان، وطن کا ذکر، تاریخی، اخلاقی اصلاحات وغیرہم۔ غزلوں میں بھی شروع کی چند صورتوں سے قطع نظر ان کے ہاں اخلاقی اور اصلاحی مضامین نظر آتے ہیں۔ اس کا سبب شیفتہ اور غالب کی وہ صحبتیں تھیں جن کے سبب وہ شاعری کے ''مذاق عام'' سے دور ہوتے گئے اور انھیں بہت جلد اس بات کا احساس ہو گیا کہ فرسودہ اور قدیم ''رنگ تغزل'' کا زمانہ گزر گیا ہے۔ اسی لیے وہ غزلوں کے مقابلہ میں نظم گوئی کی جانب پوری سنجیدگی کے ساتھ متوجہ ہو گئے اور جب ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے ہندوستان کے سیاسی زندگی کی چولیں تک ہلا دیں تو حالی کو اس بات کا پورا پورا احساس ہو گیا کہ اب قدیم لب و لہجہ کی غزل کہنے کے دن گئے۔ دل فریب اور بے ہنگم موضوعات کے بجائے شاعری میں ایسی باتیں کی جانی ضروری ہیں جو زندگی کی سچائیوں کو ظاہر کر سکیں۔ ''پروانہ بلبل کی قسمت پر تو بہت رویا جا چکا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اب اپنے حال پر بھی دو آنسو گرائے جائیں''۔ اسی لیے لاہور میں اپنے قیام کے دوران انھوں نے محسوس کیا کہ شعر و ادب کی دنیا ایک بحر بیکراں ہے اور اس کا کام محض داستان عشق سنانا یا واردات قلب کا بیان ہی نہیں ہے بلکہ زندگی کی ترجمانی، کائنات کا مطالعہ، انسانی اخلاق اور معاشرتی معیار کو بلند کرنا بھی ہے اور اس سے قومی اصلاح کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

سرسید احمد خاں نثر کے ذریعہ جو کام کر رہے تھے۔ حالی نے وہی کام شاعری اور خصوصاً نظم کے ذریعہ کیا اور اس طرح شاعری کو زندگی اور معاشرے سے قریب تر لانے کی کوشش کی۔ زندگی اور ادب میں بڑے گہرے روابط پیدا کرنا حالی کا بڑا کارنامہ رہا۔ اگرچہ ان کی اس واقعیت نگاری اور سادگی بیان کو اول اول پسند نہیں کیا گیا مگر وہ خوب جانتے تھے کہ دل فریب مگر نکمی باتوں پر آفریں سننے سے دل شکن مگر کام

کی باتوں پر نفریں سننی بہتر ہے اور اسی لیے انھوں نے آزاد کی اس ادبی انجمن (انجمن پنجاب) میں شرکت کو اولیت دی۔ اس لیے کہ اس کے ذریعہ اپنے مقصد کا پالینا انھیں آسان لگا۔ ''نشاط امید''، ''برکھارت''، ''حب وطن''، ''مناظر رحم و انصاف'' اس زمانے کی وہ مشہور نظمیں ہیں جن کی تخلیق انھوں نے انجمن پنجاب میں شرکت کے بعد کی۔ اگرچہ ان نظموں میں ہمیں نہ تو کوئی بہت بڑا پیغام ملتا ہے اور نہ ہی فکری گہرائی۔ مگر حالی شروع شروع میں ایسی نظمیں کہہ کر لوگوں کو جدید رجحاناتِ شاعری سے متعارف کرانا چاہتے تھے۔ اور جب لوگ اس طرف متوجہ ہو گیے تو انھوں نے بڑی خوبی سے اپنی نظموں میں زیادہ گہری فکر کو شامل کر دیا۔

اس کے بعد حالی کو اپنی منزل مقصود صاف نظر آنے لگی۔ ان کے دل میں چھپا قومی احساس پوری طرح ابھر آیا اور انھوں نے محسوس کیا کہ جس چیز کو ہماری زندگی کا آئینہ ہونا چاہیے تھے وہ ایک چھوٹے سے گوشے میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ اسی لیے اردو شاعری کو پھیلانے کی غرض سے غزل کے مقابلے میں نظم گوئی کی جانب توجہ دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نظموں میں وہ اپنے خیالات کو زیادہ وضاحت و تسلسل سے بیان کر سکتے ہیں اور ان کے دل میں قومی ہمدردی کا جو جذبہ پوشیدہ ہے اسے نظموں کے بڑے کینوس پر ہی ابھارا جا سکتا ہے۔

حالی نے اپنی نظموں میں اصلیت، جوش اور سادگی کو شامل کر کے اس بات پر زور دیا کہ یہ تینوں عناصر اچھی اور سچی شاعری کے لیے ضروری ہیں۔ اصلیت سے مراد حالی اس غیر ضروری مبالغہ کو شاعری سے دور رکھنے سے لیتے تھے جو شاعری کو حقائق بیانی سے نزدیک نہیں آنے دیتا۔ اسی طرح سادگی کے سلسلے میں وہ سلیس سہل اور عام فہم کے استعمال پر زور دیتے تھے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس شاعری کو سمجھ سکیں اور جوش سے مراد اس شدت سے لیتے ہیں جس سے شاعر دوچار ہوتا ہے نیز وہ چاہتے تھے کہ اردو کا ہر

شاعر احساس کی اسی شدت کو اپنی شاعری میں منتقل کرے۔

خود حالی نے شعر کہتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا جس کا اظہار انھوں نے اس شعر میں اس طرح کیا ہے:

ایسی غزلیں نہ سنی تھیں حالی
یہ نکالی کہاں سے تم نے بیاض

''برکھا رت''، ''حب وطن'' اور اسی طرح کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ حالی کا مشاہدہ کس قدر تیز اور نظر کس قدر باریک تھی۔ انھوں نے فطرت انسان، دنیا اور زندگی کے معاملات کو کس قدر گہری نگاہ سے دیکھا تھا۔ انھوں نے اپنی نظموں میں حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ اصلیت کو بھی اس حسین پیرائے میں دیکھا تھا۔ انھوں نے اپنی نظموں میں حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ اصلیت کو بھی اس حسین پیرائے میں بیان کیا جس سے موضوع کی اہمیت کے ساتھ شعریت بھی نکھر آئی۔

حالی کی نظم حب وطن پڑھ کر احساس ہونے لگتا ہے کہ ان کے دل میں قومی اصلاح کا جذبہ کس قدر تیز تھا۔ اس نظم میں وطن کے مناظر سے لگاؤ اور ماضی سے عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ وطن پرستی کا وہ تصور بھی اس نظم میں موجود ہے جو خدمت بے لوث کے جذبات سے پیدا ہوتا ہے لیکن حالی کا شاہکار جس نے شعر و ادب کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ان کی نظم ''مسدس'' ہے۔ یہ نظم نہ صرف اخلاقی و اصلاحی نقطۂ نظر سے ایک جدید طرز کی چیز ہے بلکہ ترقی پسند ادب اور نئی شاعری کی بنیاد بھی ہے۔ اگرچہ اس نظم میں اسلام کے عروج و زوال کا بیان ہے لیکن اس کا مقصد محض رونا رلانا نہیں تھا۔ اسی لیے مولوی عبدالحق نے اسے اسلام کے بگڑے ہوئے گھر کو بنانے اور اسے از سر نو تعمیر کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ مسدس میں حالی نے تمام ذہنی قوت اور تعمیری صلاحیت صرف کر دی اور اپنے خونِ جگر سے اسے چمکایا اسی لیے سردار جعفری نے اپنی مشہور تصنیف ''ترقی پسند ادب'' میں مسدس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مسدس اردو زبان کی پہلی نظم ہے جسے ہم عظیم کہہ سکتے

ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس کا خطاب مسلمانوں تک محدود ہے لیکن اس میں حالی نے بے پناہ خلوص سے ہندوستان کے جاگیردارانہ انحطاط کی تصویر کھینچی ہے۔ حالی اسلامی تہذیب و تمدن کے زوال اور مسلمان شریف خاندان کی پستی بیان کر رہے تھے لیکن اس کی تصویر انھوں نے اتنے خلوص اور شاعرانہ ہمدردی سے کھینچی ہے کہ وہ جاگیرداری کے عہد کے زوال کی تصویر بن گئی ہے۔ مسدس کی عظمت کا یہی راز ہے۔ فنی اعتبار سے مسدس میں کچھ ایسی خوبیاں ہیں جو آج بھی ترقی پسند شاعری کے لیے مشعلِ راہ بن سکتی ہیں''۔

یقیناً حالی نے مسدس لکھ کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ شاعری سے کس قدر بڑا کام کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ سنگ بنیاد ہے جس پر آگے چل کر اکبر الہ آبادی، اقبال، چکبست اور جوش نے قصرِ سخن تعمیر کیا۔ اس نظم میں حالی نے جن مسائل کو پیش کیا ہے اس کا اطلاق ہر قوم اور ہر ملک پر کیا جا سکتا ہے۔

حالی نے صرف مسدس لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی پوری شاعری مقصدیت کا عکاس ہے۔ ان کی زیادہ تر نظموں میں قومی اور سماجی اصلاح کا وہی جذبہ نظر آتا ہے جس کا اظہار انھوں نے مسدس میں جی کھول کر کیا تھا۔ مگر اس سلسلے میں جو اضافہ کیا وہ یہ تھا کہ انھوں نے عورتوں کی زبوں حالی پر خصوصی توجہ دی۔ ''مناجات بیوہ'' میں انھوں نے ایک بیوہ کے حالات و جذبات اتنے پردرد اور موثر انداز میں بیان کیے ہیں کہ انھیں سن کر سخت سے سخت دل انسان بھی بے تاب ہو جاتا ہے۔ پہلی بار انھوں نے صنف نازک کی حالت زار اور بے مائیگی پر سماج کی توجہ دلائی۔ ''چپ کی داد'' میں بھی حالی نے عورتوں کی خوبیوں اور ان کے فرائض کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں نظموں میں انھوں نے اصلیت، جوش اور سادگی کو عملی طور پر ثابت کر دیا ہے جسے ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں انھوں نے اچھی شاعری کے لیے لازمی قرار دیا تھا۔ ان نظموں میں جو اثر، سادگی، روانی اور دلکشی ہے اس

کی مثال ہندوستان کی کسی دوسری زبان کی شاعری میں ملنا مشکل ہے۔

غرض کہ حالی کے دل میں قوم و ملک کی بھلائی کا وہ جذبہ پوشیدہ تھا جس نے ادب کو نئی راہ پر لگا کر اسے حقیقت اور اصلیت سے نزدیک کر دیا۔ انھوں نے اردو شعر و ادب میں عالم گیر انسانی بھلائی کے جذبوں کو داخل کر دیا۔

آج کے ادب میں واقعیت نگاری، حقیقت بیانی، سادگی اور جوش، ملکی اور قومی اصلاح کا جذبہ اور ادب و زندگی کا جو پائیدار رشتہ نظر آتا ہے اس کی راہوں کو حالی نے ہی ہموار کیا۔ اگرچہ ہم کو ان کے خیالات سے کہیں کہیں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ہماری آج کی ادبی و شعری کاوشوں میں جو کامیابی ملی وہ حالی کی بنیادی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انیس کے شعر میں یوں کہا جا سکتا ہے:

سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر
مگر ہم نے پلہ گراں کر دیا